اللہ اعلیٰ و اجل

R.N-8319/66

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

ماہ نامہ

عزیز کرنول

ایڈیٹر: عبدالعزیز رحمانی

سرپرست: الحاج سید احمد صاحب ظلہ رئیس التجار ڈسٹرکٹ نظام آباد

قیمت سالانہ
معاونین سے ۱۰/- دس روپے
عام خریداروں سے: چھ روپے

جلد (۱) | یکم نومبر ۱۹۷۰ء مطابق ۳۰ شعبان ۱۳۹۰ھ روز یکشنبہ | شمارہ (۳)

حق تعالیٰ کا ذکر اور اس کی فضیلت

از: جے۔ عبدالستار وظیفہ یاب ڈی۔ ایس۔ پی فورٹ کرنول

اللہ رب العزت کے ذکر میں جو برکت، لذت، حلاوت، سرور طمانیت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں ہو سکتی جس نے اس ذکر کی رٹ لگا رکھی ہو اور اپنا حرز جان بنا چکا ہو۔ حق تعالیٰ کی یاد کرنا یعنی اس کا ذکر کرنا سب عبادتوں کا خلاصہ اور جان ہے۔ اس لئے نماز اسلام کا عمود ہے اس سے بھی یاد الٰہی اور ذکر الٰہی مقصود ہے۔ ذکر الٰہی سب عبادتوں کا سردار اور خلاصہ ہے۔ بلکہ اسلام کی اصل اور جڑ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اور یہ عین ذکر ہے اور عبادت۔ اس ذکر کی تاکید اور ضبط کرنے والے ہیں۔ تمہارے ذکر کا ثمرہ یہ ہے کہ خدا تمہیں یاد کرتا ہے۔ اس سے زیادہ ثمرہ اور نتیجہ کیا ہے؟ اس واسطے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا (سورہ بقرہ آیت ۱۵۲) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ تم مجھے یاد کرو۔ یعنی میرا ذکر کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ اور یہ بھی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ یعنی فلاح و بہبودی کی امید رکھتے ہو تو کثرت سے اس کی بھی بہت ذکر کرو۔ اکثر اوقات کرو۔ اللہ پاک نے متعدد جگہ قرآن پاک میں ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو کھڑے بیٹھے، سوتے ہر حالت میں اس کو یاد کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اسے یاد کرو آہ و زاری اور خوف سے ہر اس سے صبح و شام اور کسی وقت غافل نہ ہو۔ رسول پاک صلعم نے فرمایا کہ سب سے بہتر افضل عمل یہ ہے جب تک زبان ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔

(۲) خدا کو یاد کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے۔ جیسا مردوں میں زندہ

(۳) جب دل نور ذکر سے آراستہ ہوا تو کامل سعادت پر متمکن ہوا۔ اور ان جنت کی خوبیوں کا قرآن شریف اور احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس جہاں میں نظر نہیں آتے وہ مرنے کے بعد ظاہر ہونگے اور حاصل ہونگے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ مراقبہ دل سے ہو اور ایسا ذکر دل کی ہیبت اور عجائب ملکوت کا آئینہ دار ہے۔

(۴) رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ بندہ جو نیکی کرتا ہے اسے قیامت کے دن ترازو میں رکھیں گے مگر کلمہ لا الہ الا اللہ کو جب میزان میں رکھیں گے تو سات زمین اور سات آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان سب سے زیادہ وزن دار ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والا اگر اس میں سچا ہے یعنی صدق دل سے کہتا ہے تو زمین کی خاک یعنی تنکے ریزے کے برابر کثرت سے گناہ رکھتا ہے تو بھی اسے بخش دیئے جائیں گے۔

(۵) خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ فکریں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اس شخص کی دعا رد نہیں کی جاتی جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ جس قدر ذکر زیادہ ہوگا اسی قدر محبت اور پیدا ہوگی۔ اور علم میں جان پڑے گی۔ عمل میں اخلاص پیدا ہوگا۔ خدا کی بزرگی اور جلال ظاہر ہوگا۔ اور خدا سے محبت بڑھے گی۔ اور ہر کام میں بندگی کا رنگ اور عبادت کی شان پیدا ہوگی۔ متعدد آیات قرآن شریف اور احادیث میں آیا ہے کہ ذکر سے دل کی صفائی ہوتی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ ذکر کے برابر کوئی چیز بھی اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ جیسے جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے۔ اس کو خدا اپنے دربار میں بھی یاد کرتا ہے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کو بھی زنگ لگتا ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ لگتا ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ یہ دل کا زنگ دور کرتا ہے اور اللہ پاک کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور جب محبوب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے [illegible] ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے جس کے معنی یہ کہ اس کے جسم و جان کی ساری قوتوں و صلاحیتوں کا مالک پاک اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے۔ یعنی آنکھ کان ہاتھ پاؤں اور اس کی ساری قوتیں اللہ پاک کی خوشنودی میں لگ جاتی ہیں۔ اور شیطان اس کی قوتوں کو [illegible] نہیں پاتا۔

(۷) اللہ کی یاد دل کو زندگی بخشتی ہے اور اس سے غفلت انسان کے دل پر موت طاری کرتی ہے۔ اس انسانی ڈھانچے کی زندگی کھانے پر منحصر ہے۔ اگر کھانا نہ ملے تو ڈھانچہ مر جاتا ہے۔ اس ڈھانچے کے اندر جو روح ہے۔ اس کی غذا اللہ کی یاد یعنی ذکر ہے۔ اگر اسے غذا نہ ملے تو اس کی موت ہو جاتی ہے۔

(۸) [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے یعنی میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد و ذکر میں جب دونوں ہونٹ ہلتے ہیں اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی حفاظت نگرانی میں لیتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ [illegible] کے کام سے بچتا ہوں اور اس [illegible] اسلام کے لئے [illegible] ہو۔ اور [illegible] اچھے کام کرنے لگتا ہے۔

(۹) رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا [illegible] اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ مجھے دیکھو یہ دن میں سو سو بار اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

علماءِ سو کی تعریف

از عبدالعظیم امام مسجد قبا کرنول

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ شہر بیچ جائے امن ہے اگر یہاں دشمن کو بھی پاتا کچھ نہ کہتا اور حج کے اول اور آخر تین مہینے ذی قعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب کہ وہ بھی وقت زیارت کا تھا۔ یہ چار مہینے وقت امن کے تھے کہ تمام ملک عرب میں راہیں جاری ہوتیں اور لڑائی موقوف رہتی۔ اللہ تعالیٰ اس دوران میں لڑائی کے حکم اور جہاد کے آداب فرماتا ہے کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو۔ عرب کے لوگ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب ان چار مہینوں کا بڑا ادب کرتے تھے کہ سارے ملک میں لوٹ مار لڑائی وغیرہ سب بند ہو جاتی تھی اور مسلمان بھی اسی دستور پر چلتے تھے۔ تو کافر ان مہینوں میں لڑائی شروع کرتے اور مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آتے۔ اور مسلمان ان مہینوں کے آداب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ آداب کے ساتھ آداب ہیں۔ وہ کسی مقام یا وقت کا ادب نہ کریں۔ تو تم کو بھی کرنا ضروری نہیں بلکہ تم بھی جواب ترکی بہ ترکی دیا کرو۔ چنانچہ اس آیت شریف میں فرمایا ہے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

(ترجمہ) اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔ اور اگر وہ لوگ باز آجائیں تو سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔

(ترجمہ) حرمت والا مہینہ ہے بعض حرمت والے مہینہ کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں۔ سو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو۔ جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے حرمت والے مہینے اس لئے فرمایا کہ ان مہینوں میں جنگ و جدال نہ کریں اور سب جگہ امن و امان رہے۔ اور کوئی کسی سے نہ لڑیں۔ مگر آج کل کے بعض علماء نے یہ خیال کیا ہے کہ حرمت والے مہینے ہیں۔ چلو ہم ان مہینوں میں روزے رکھ لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کریں۔ اس خیال سے جب انہوں نے محرم کا چاند دیکھا ہیں روزے رکھنے شروع کئے تو پے در پے رکھتا تو رہا کئے۔ خدا جانے ان کے پاس گویا یہ چار مہینے روزے رکھنے کے ہیں۔ ان کے بہت سارے لوگ بھی مولوی صاحب کی اقتداء کرنے والے بھی ہو گئے ہیں۔ اور چند لوگ ان کے ساتھ روزے میں شامل ہونے ہیں۔ اور آئندہ چل کر ان کے پاس چار مہینے حرمت والے اور ایک مہینہ رمضان کا گویا سال بھر میں پانچ مہینے روزے کے گئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس نئی بدعت سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

ایک دفعہ مجھ کو میت کے ساتھ قبرستان جانے کا موقع ہوا۔ میت کو دفن کرنے مٹی ڈالے اس کے بعد ایک لوٹا پانی ڈال کر مولوی صاحب دعا کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اثناء دعا میں مولوی صاحب نے آیت شریف

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

پڑھے۔ میں نے کہا یہ آیت اس مقام پر پڑھنے کی نہیں بلکہ جب نیک آدمی کی موت قریب ہوتی ہے تو ایک فرشتہ اس آدمی کے پاس بہت اچھی صورت میں آکر خدا کا یہ پیغام سناتا ہے کہ اے اطمینان والی روح خدا تعالیٰ تجھ سے خوش ہے اور تم خدا سے خوش ہو۔ چلو تم کو جنت کی بشارت ہے۔ اس موقع پر یہ آیت شریف فرشتے پڑھتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب اس آیت کو غیر محل میں استعمال کیا۔ اور وہ اس آیت کا ترجمہ بھی نہ کیجئے۔ افسوس مولوی صاحب پر اور جناب مولوی صاحب قرآن شریف کی روزانہ تفسیر بھی بیان کرتے ہیں۔ خدا جانے وہ کیا بیان کرتے ہوں گے۔ اور ان کا بیان لوگ سنکر تعجب کرتے ہیں کہ قرآن کا مطلب ایک ہے اور ان کا دوسرا ایک۔ کچھ بھی ان کو قرآن سے واسطہ نہیں۔ ایسے لوگ بھی تو قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ اگر لوگ اصرار کریں تو صاف کہہ دینا کہ بھائی ہم میں اتنی لیاقت نہیں کہ قرآن کی تفسیر بیان کر سکوں۔ اسی طرح مولوی صاحب سے بار بار لوگ اصرار کرتے ہیں کہ مولوی صاحب قرآن کی تفسیر بیان کریں۔ مگر مولوی صاحب کبھی قرآن کی تفسیر کسی استاد کے پاس پڑھے ہوتے یا کم از کم اس فن میں ماہر ہوتے ہوتے تو خوب اچھی طرح قرآن کی تفسیر بیان کرتے۔ اور اس کا شان نزول اور کس مقام پر اتری اور اس میں کیا احکام خدا تعالیٰ نے لوگوں میں ظاہر کر سکتے۔ افسوس ایسے مولوی لوگ قرآن کی تفسیر ہرگز نہ کریں ورنہ خدا کا عذاب ان پر نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ فقط والسلام

یہی؟ اس کا فیصلہ مسلمان بچے کے ماں باپ کے ساتھ ساتھ ملت کے سربراہوں کو کرنا ہے۔ ملک بھر کی سرپرستی میں ہزاروں تعلیمی ادارے لاکھوں کے سرمایہ سے جاری ہیں۔

قابل مبارک باد ہیں وہ جماعات جو مسلمان بچے کو اسلام کے تقاضوں کے مطابق تربیت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ●●

پہلے مجھے دیکھئے

○

اگر اس دائرہ میں یہ + نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچے سے آپ کی خریداری ختم ہے۔ آپ بذریعہ منی آرڈر سالانہ قیمت بھیج دیجئے یا وی پی کرنے کی اجازت دیجئے۔ آئندہ خریداری منظور نہ ہو تب بھی اطلاع دیجئے خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ نیاز مند تاکہ آپ وی کے خرچ سے بچ سکتے ہیں۔

قابل توجہ گذارشات

مسلمان بچے اسلام کی امانت ہے۔ اس کی تعلیم اس انداز کے ساتھ ہونی چاہئے کہ جس سے اسلام کے پورے آثار اور تقاضے نمایاں ہوں یعنی صورت، سیرت، کردار، اخلاق، عقائد، اعمال سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل نظر آئے۔

مسلمان بچے امت کی مال ہوتی ہے اور ماں کے قدم کے نیچے جنت کی بشارت زبان نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ یعنی ماں کے قدم کے نیچے جنت ہوگی اس کی زندگی اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ ثابت ہوگی۔

مسلمان بچی کی تعلیم اس انداز کی ہرگز نہیں ہونی چاہئے جس کی وجہ سے اسلام کے دامن پر داغ لگے۔ اور وہ تعلیم یافتہ عورت اسلام کے لئے زہر قاتل ہے۔ جو مرد دلوں کے شانہ بشانہ چلنے کے جذبات کے ساتھ ابھرنا چاہتی ہو۔ اس کے سرپرست اگر اسی ذہنیت کے ساتھ اس کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو ایک طرف وہ اسلام کی نسبت کو ختم کر رہے ہیں تو دوسری طرف اپنی بچی کا مستقبل برباد کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمان بچی کیلئے خصوصی طور پر

● قرآن ناظرہ کے بعد بقدر ضرورت شریعت کے ضروری مسائل۔ اور امور خانہ داری کی قابلیت، اگر اس کا علم ہو گیا تو وہ سب کچھ ہو جائے تو دنیا کی نظر میں سب کچھ ہوگی۔ مگر دین کے پاس وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

● ہماری ان بچیوں کا تعلیمی جائزہ لیجئے اور فیصلہ فرمایئے کہ ہم اپنی بچیوں کے ساتھ بہتر سلوک کر رہے ہیں یا ظلم۔ اس موجودہ تعلیم کے ساتھ اس کی معاشی ضروریات تو پوری ہو سکتی ہیں مگر مسلمان ہونے کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔

● مسلمان بچی کا اصلی جوہر دینداری۔ اسکا زیور اسکے عمدہ اخلاق ہیں۔ موجودہ تعلیم ان دونوں سے قطعی محروم کر دیتی ہے۔

● صورت بگڑ گئی۔ سیرت بگڑ گئی۔ چال ڈھال بگڑ گئی۔ شرم و حیا کا ادب ختم ہو گیا۔ نقش اخلاق کو زائل کرنے والوں نے سیرت رسول اور حضرات صحابیات کے حالات کے مطالعہ کے جذبہ کو دل سے نکال دیا۔

● ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ کون کر رہا ہے۔ اسکا نتیجہ کیا ہو رہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماہنامہ عزیز کرنول
۳۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ روز یکشنبہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ خندق

نمبر ۲

قریش دس ہزار کا انبوہ لشکر لائے اور مقام جرف اور زغابہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے۔ ان کے ہمراہ قبیلہ بنو کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ تھے۔ اور قبیلہ بنو غطفان اور ان کے ساتھی اہل نجد وغیرہ احد پہاڑ کی طرف ٹھیرے ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ تین ہزار مجاہدوں کا لشکر جرار لے کر آئے اور سلع پہاڑ کی طرف نزول فرمایا۔ یہیں آپ نے صف آرائی کی۔ اور آپ کے سامنے خندق تھی۔ اس وقت مدینہ کا عامل بنے گورنر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ تمام عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا اس زمانہ میں ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے عورتیں بے پردہ رہتی تھیں۔

مدینہ میں قبیلہ بنو قریظہ یہودیوں کے کا سردار کعب بن اسد تھا۔ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح و آشتی کر لی تھی۔ اور آپ سے عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب کعب بن اسد سے معاملہ کرنے اور حرب و قتال پر آمادہ کرنے آیا۔ کعب نے اس کو آتے دیکھ کر اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حیی بن اخطب نے دروازہ کھولنے کے لئے بہت چیخا چلایا اور شور مچاتا رہا۔ لیکن کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اے حیی! تو بہت بد بخت اور منحوس ہے۔ واللہ میں نے محمد سے معاہدہ کر لیا ہے۔ وہ بہت وفادار اور سچے ہیں۔ میں ہرگز ان کے معاہدہ کو نہیں توڑوں گا۔ اور میں ہرگز تمہارا ساتھ نہ دوں گا۔ حیی نے چھیڑ کر کے دروازہ اس سے کھلوایا کہ تو نے دروازہ اس لئے بند رکھا ہے کہ میں تیرے مکان میں داخل ہونگا اور تیرے دستر خوان پر کھانا کھاؤں گا۔ یعنی تو بخیل اور کنجوس ہے۔ اس جملہ پر کعب کو سخت غصہ آیا اور اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا حیی قلعہ میں داخل ہوا۔ اور کہا۔ اے کعب! اہل قریش اور اہل غطفان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ و جہاد کرنے اور ان کی اصل و جڑ اکھاڑ پھینکنے کے لئے اُن گنت سمندر لے آئے ہیں۔ ان میں ان کے سردار اور لیڈر ہیں۔ یہ تمام عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ جب تک محمد اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دینگے اسلام کے نور درخشاں اور شمع فروزاں کو بجھا نہ دینگے وہ ہرگز اپنے اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے۔ آرام اور اطمینان کی نیند نہیں سوئیں گے کسی دوست سے ملاقات نہ کریں گے۔ بلکہ اپنی بیوی کی صورت تک نہیں دیکھیں گے لیکن کعب بن اسد نے اس کی ایک نہ مانی اور صاف انکار کر دیا اور کہا اے حیی! تو جہالت کی بکواس کر رہا ہے جس میں کچھ صداقت نہیں ہے تیری مثال بادل کی ہے جو چمکتا اور گرجتا ہے۔ لیکن برستا نہیں۔ واللہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کر لیا ہے وہ یقیناً وفادار اور سچے ہیں اور آج تک انہوں نے کوئی بد عہدی اور غداری نہیں کی۔ میں ان کے ساتھ کبھی ہرگز بد عہدی نہ کروں گا لیکن حیی کعب بن اسد کو ورغلاتا رہا اور سبز باغ دکھاتا رہا۔ اور کہا اگر قریش اور اہل غطفان عہد شکنی کر کے ہم کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو جائیں تو میں اے کعب تیرے قلعہ میں داخل ہو نگا اور تجھ پر جو مصیبت اور حادثہ آئے گی اپنی جان پر لونگا۔ بعد اصرار و انکار کے بعد کعب بن اسد دام تزویر کا شکار ہو گیا۔ حیی کی نقض عہد و فریب کا کھا گیا اور مائل ہو گیا۔ افسوس اس نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری اور بے وفائی کی۔ آپ کے عہد و پیمان کو توڑ دیا بلکہ آپ کے مقابل حرب و قتال کو آمادہ ہو گیا۔

جب یہ ہیبت ناک اور وحشت انگیز خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو پہونچی۔ آپ نے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نیز ان کے ہمراہ عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا کہ اس خبر کی تحقیق کریں۔ اور تاکید کی اگر یہ خبر صحیح ہو اور بنو قریظہ نے عہد شکنی کی ہو تو مجھ سے رمز و کنایہ میں بیان کریں تاکہ دوسرے صحابہ نہ سمجھ سکیں۔ ورنہ وہ کمزور ہو جائیں گے۔ اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اگر یہ خبر غلط ہے، اور بنو قریظہ اپنے عہد پر قرار بر قرار ہیں تو علانیہ خبر دو تاکہ دوسرے صحابہ کو ہمت اور خوشی ہو۔ یہ چار آدمیوں کی جماعت بنو قریظہ کا جائزہ لی تو معلوم ہوا کہ خبر بالکل صحیح تھی۔ یہودیوں نے غداری کی اور کہا رسول اللہ کون ہے؟ ہم نے تو محمد سے کوئی عہد و پیمان نہیں کیا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تیز طبیعت تھے انہوں نے یہودیوں کو گالی دی اور یہودیوں نے آپ کو گالی دی۔ پھر یہ چار آدمیوں کی جماعت لوٹ آئی۔ اور کہا یا رسول اللہ عضل والقارہ۔ یعنی عضل اور قارہ والوں نے جیسے غداری اور عہد شکنی کی تھی وہی حالت یہاں بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور مسلمانوں کو بشارت سنائی۔

قریش مسلمانوں میں خوف و ہراس کی لہر پھیل گئی تھی۔ آگے پیچھے سے دشمنوں کا دباؤ تھا۔ اور باہمی ریشہ دوانیوں سے بعض مسلمانوں کے خیالات میں کمزوری آ رہی تھی۔ اور منافقین تو علانیہ لب کشائی اور زبان درازی پر آمادہ تھے۔ منافقین نے کہا محمد تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ کسریٰ و قیصر کے خزانے ہم کو ملیں گے۔ لیکن آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص تنہا پاخانہ کو بھی نہیں جا سکتا ہے۔ اور کتنے منافقین جھوٹے جھوٹے عذر بیان کر کے مکانوں کو چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اوس بن قیظی نے کہا اے رسول اللہ! باہر دیکھئے شہر میرا گھر غیر محفوظ ہے اجازت دیجئے کہ تمام بند و بست کر کے آ جاؤں

تقریباً ایک مہینہ اسی کش مکش میں دونوں فوجیں مقابل رہیں لیکن جنگ نہ ہوئی البتہ کبھی ادھر ادھر سے ایک دو تیر چلتی تھی اور بس۔

جب ہر طرف سے مسلمانوں پر سختی آخر ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تجویز کی۔ قبیلہ بنو غطفان کے دو سردار عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر ہم مدینہ کی پیداوار سے تہائی پیداوار تم کو دیں گے تو کیا تم اور تمہارے ہمراہی واپس چلے جاؤ گے؟ وہ دونوں سردار راضی ہو گئے اور بطور یاد داشت کاغذ لکھا گیا۔ لیکن اس پر گواہ ثبت نہیں ہوئے۔ اور عزم صمیم بھی نہیں بلکہ بطور جد و جہد اور کوشش جاری تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اور خزرج کے سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کے پاس پیغام بھیجا۔ ان دونوں بزرگوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! اگر آپ ایک تہائی پیداوار دینا پسند کرتے ہیں تو ہم بھی راضی برضا ہیں یا اگر اللہ کا حکم ہے تو سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے یا یہ صرف آپ کی رائے اور خیال ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا خیال اور تجویز ہے۔ کیونکہ تمام اہل عرب ہماری دشمنی اور خون ریزی کے لئے دوڑ آئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تجویز سے بنو غطفان اور اہل نجد کو یہاں سے واپس کر دوں تو دشمنوں کی قوت اور سطوت ٹوٹ جائے گی۔ اس سے ان کی ہمت اور حوصلہ پست ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں میں دشمن کے خلاف جوش و جذبہ ہمت اور حوصلہ بڑھ جائیگا۔ جو کامیابی کی نشانی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! زمانہ ماضی میں ہم اور یہ لوگ بھائی بھائی تھے۔ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اللہ کو نہیں جانتے تھے اور اس کی عبادت سے جاہل و غافل تھے۔ اس زمانہ میں بھی ان لوگوں کو ایک چھوہارے لینے کی ہمت (باقی صفحہ پر)

رمضان شریف

اللہ نے امت محمدیہ کے لئے

بہترین تحفہ رمضان شریف عنایت کیا جو تمام مہینوں کا سردار ہے۔ یہ مقدس مہینہ صرف گناہوں کو مٹانے، نیکیوں میں اضافہ کرنے اور ترقی درجات کے لئے ہے جب اس ماہ مقدس کا چاند نظر آجاتا ہے تو اللہ سرکش شیاطین کو قید کر دیتا ہے۔ جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ نیکیوں میں خیر و برکت پیدا کر دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے ایک نفل ادا کیا فرض کا ثواب ملیگا۔ اگر کسی نے ایک گھونٹ پانی سے روزہ دار کو افطار کرا دیا اس کو روزہ کا ثواب ملے گا۔ اور جو روزہ دار کی شکم پری کی اللہ اس کو کوثر سے سیراب کر دے گا۔

اس ماہ مقدس کے اول دہے میں رحمت، دوسرے دہے میں مغفرت نازل ہوتی ہے۔ اور تیسرے دہے میں جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ رجب سے اس مقدس مہینہ کی آمد کی خوشی ہوتی تھی۔ جب ماہ داخل ہوتے تو آپ کی یہ حالت ہوتی کہ قیدیوں کو رہا فرماتے تھے۔ تمام قرآن مجید کا ورد کرتے اور ہر سائل کو بخشش دیتے کسی کو محروم نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ اِذَا لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَمَتٰى۔ جو شخص اس مقدس اور مبارک مہینہ کو پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی تو پھر اس کی بخشش کی کوئی امید نہیں۔

انسانوں کو ظلمتوں کی تاریکی سے نجات دینے اور رمضان شریف سے پورا پورا استفادہ کرنے کے لئے اللہ نے اوراد اور عبادتوں کا اضافہ کر دیا۔ اول راتوں میں قیام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ جو شخص رمضان کی راتوں میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اللہ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اگرچہ یہ عبادت نفل ہے لیکن گناہوں کی بخشش کا بہترین ذریعہ ہے۔

دوم روزہ تعالیٰ اللہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ اگر تم پر روزہ (فرض) کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے روزے رکھے اللہ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

نوافل کی بحث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شوال کے چھ روزے رکھے گا اللہ اس کو ایک سال کا ثواب دیگا۔ جو کوئی عرفہ کا روزہ رکھے گا دو سال کا کفارہ ہوگا۔ عاشورہ کا روزہ رکھے گا وہ ایک سال کا کفارہ ہوگا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزہ کی حد نہیں بتائی کہ وہ پچھلے ایک سال کا کفارہ ہوگا یا دو سال کا، بلکہ مطلق فرمایا کہ پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اس صورت میں حدیث کا یہی مطلب سمجھا جائے گا کہ پیدائش سے آج تک جتنے گناہ کئے ہیں ماہ رمضان کا روزہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اسی مطلب کی تائید ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے پھر ساری زندگی اس کی قضا کرتا رہے تو تلافی نہ ہوگی۔ کس قدر بدبخت اور شقی ہیں وہ جنہوں نے اس نعمت عظمیٰ سے غفلت کی۔ وہ سعادت کے بدلے شقاوت، جنت کے بدلے جہنم مول لی العیاذ باللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔ بھوکے روزہ کی حالت میں معدہ کی بدبو منہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس وقت روزہ دار کے منہ سے اتنی بدبو نکلتی ہے کہ اس کے سامنے ٹھہرا نہیں جاتا۔ یہ بدبو مسواک وغیرہ سے زائل نہیں ہوتی بلکہ جب افطار کیا جاتا ہے۔ اور غذا اور پانی معدہ میں پہنچتا ہے تو خود بخود یہ بدبو زائل ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بو اللہ کے نزدیک مشک و عنبر سے زیادہ تر تیز اور خوشبودار ہے۔ اب اندازہ لگایئے کہ روزہ دار کے خلو معدہ کی بدترین بو کا یہ درجہ اور مرتبہ ہے تو اللہ کے نزدیک خود روزہ دار کا کیا درجہ ہوتا ہوگا۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں۔ ایک یہ کہ جب وہ تمام دن بھوک پیاس میں گزار دیتا ہے۔ بھوک کی شدت سے ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے۔ پیاس کی شدت سے تالاب کو اپنے لئے ایک قطرہ تصور کرتا ہے۔ اس حالت میں جب مغرب کا وقت ہوتا ہے اور یہ افطار کے لئے بیٹھتا ہے تو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ اس نے ایک ملک فتح کر لیا ہے۔ اور ایک خونخوار دشمن کو پچھاڑ دیا۔ دوسری خوشی جبکہ وہ خوش و خرم پروردگار سے ملاقات کرتا ہے۔ اپنی کامیابی اور فیروزمندی کا صلہ پاتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کا نظارہ کرتا ہے اپنی امید اور توقع سے زیادہ تر اجر و ثواب پاتا ہے تو انتہائی خوشی ہوتی ہے۔

اس مقدس مہینہ کے آخری دہے میں شب قدر ہے جس کی عظمت بزرگی اور شرافت پر قرآن مجید گواہ ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے اسی شب کی برکت سے رمضان شریف کو عزت اور بلندی نصیب ہوئی۔ اسی شب میں اللہ نے اپنا اشرف و اکرم اور اعظم کلام قرآن مجید نازل فرمایا۔ جو سارے جہانوں کی ہدایت کا کفیل ہے۔ قرآن کریم عظمت کا خزانہ ہے رحمتوں اور برکتوں کا منبع ہے۔ دولت حکومت کا سرچشمہ ہے۔ انسانیت اور بے شمار نعمتوں کا دروازہ ہے اسی رات میں آسمان سے بے حساب فرشتے اترتے ہیں۔ زمین کا گوشہ گوشہ فرشتوں سے بھر جاتا ہے۔ وہ اللہ والوں سے سلام اور مصافحہ کرتے ہیں اور خوشی کے پیغام سناتے ہیں غرض تمام رات آسمان سے برکت اور سلامتی برستی رہتی ہے۔ اس رات کی عظمت اور بزرگی صداقت میں گویا سورج طلوع کرتا ہے تو نرم اور ٹھنڈی شعاع پھیلاتا نکلتا ہے۔

ابتداء شب سے انتہائی شب تک اللہ سبحانہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اپنے بندوں کو آواز دیتا ہے۔

اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو۔ مجھ سے بخشش مانگو۔ میں تمہارے سب گناہ معاف کرتا ہوں۔ تم بھوکے ہو مجھ سے روزی مانگو آج میں روزی دیتا ہوں تم ننگے ہو مجھ سے مانگو میں تمہاری ستر پوشی کرتا ہوں۔ تم بیمار ہو مجھ سے شفا مانگو میں تم کو صحت و سلامتی عافیت اور تندرستی دیتا ہوں۔ لوگو! میں آیا ہوں رحمت کے خزانے ساتھ لایا ہوں۔ کہاں ہیں مجھے یاد کرنے والے۔ کہاں ہیں میری فرقت میں رونے والے سر بسجدہ میری قربت ڈھونڈنے والے۔ کہاں ہیں میری یاد میں تڑپنے والے اور میرے خوف میں مرنے والے میں آیا ہوں، ان کی زندگی کا سامان لایا ہوں۔ ان کے تڑپتے دلوں کو بہلا رہا اور تسلی ہوں۔ انہیں اپنی آغوش رحمت میں اٹھا لونگا۔ ان کی بہتی آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے صاف کر دونگا۔ اپنے نور سے ان کی آنکھوں کو منور کر دونگا میں ان کے دکھ درد اور زخم خوردہ جگر کی دوا ہوں۔ میں ان کی محبت ہوں کہ ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرونگا۔ اور ایمان سے ان کے دلوں کو روشن کرونگا۔ اور ان کی تمناؤں اور ارمانوں کو پورا کرونگا۔ تم میں کون ہے جو اپنے تعلق توڑنے والا صرف مجھ سے اپنا رشتہ جوڑنے والا کہ میں اپنی خلافت اور نیابت کا تاج اس کے سر پر رکھونگا کائنات ارضی اور سما میں اس کو مختار کرونگا۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اسی رات میں بعض نقل ایک سال کا حساب ہوا کرتا ہے پیدائش وفات عروج و زوال، روزی کی تنگی اور کشادگی، بیماری اور شفا قرض، مال، جو واقعات اور حادثات ہونے والے ہیں وہ سب اسی شب میں فیصلے کئے جاتے ہیں۔

اللہ نے اس رات کے برابر درجہ اور مرتبہ میں کوئی دن یا رات نہیں بنائی۔ (باقی صفحہ ۹ پر)

حبیب الرحمٰن کا تعارف

یہ راجستھان سے کرولی واپس آنے کے بعد مندرجہ ذیل پہلا خط حبیب الرحمٰن کو لکھا:۔

خط نمبر (۱)

از کاشف الحقائق محقق الدقائق عبد العزیز رحمانی۔

بنام

حبیب الرحمٰن صاحب

السلام علی من اتبع الہدیٰ

بتاریخ ۵-۹-۶۹ بروز پنجشنبہ ہم اور آپ جناب میر اکرم علی صاحب ایڈووکیٹ کے مکان واقع راجستھان میں مناظرہ کے لئے جمع نہیں ہوئے تھے بلکہ صرف سند دیکھنے کے لئے آئے تھے دوران کلام میں میں نے مناظرہ کی تعریف خط ستائی اور انجبار الصواب کو ترکیب نحوی میں حال کہا آپ اس پر از خود رفتہ زیادہ دراز ہو آئے۔ اور عقل کو سر پر اٹھالیا۔ بیج ہے۔ کل اناء یترشح بما فیہ۔

میں ہر چند کہتا رہا کہ عربی زبان میں ایک ایک جملہ کے مختلف ترکیب نحوی ہوتے ہیں بیشک انجبار الصواب مفعول لہ بھی ہے۔ اور حال بھی ہے۔ آپ مناظرہ رشیدیہ میں ثابت کر دو لیکن آپ بدحواس ہو رہے تھے کہ خودی کا احساس ہی نہیں۔ اسی وقت آپ کی اصلیت اور حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔

لیجئے بالتحقیق میں انجبار الصواب حال واضح ہوا ہے۔ اگر آپ کو تسلیم نہیں تو فن نحو کا کوئی قانون بتایئے جو انجبار الصواب کے حال ہونے کی تردید کرتا ہو۔ آپ قیامت تک ہرگز نہیں دم زیست یہ قانون نہیں بتا سکتے تو پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی بے حیائی اور جہالت کا ماتم کیجئے اور ہم سے اپنی زبان درازی کی معافی مانگئے اگر آپ میں کچھ بھی شرافت ہے۔

نیز بتایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی حقیقت کیا ہے؟

عبد العزیز رحمانی

۱۰ ستمبر ۱۹۶۹ء

جواب خط نمبر (۱)

جناب عبد العزیز صاحب کرولی ہداکم اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم۔

بعد ما ہو المسنون آج اجمیر مقدس و ناگپور وغیرہ کے دورہ سے واپس ہو کر آپ کے خط کو دیکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ جناب کو فقیر پر ان تقصیر عفر لہ القدیر کی ایک صحیح بات کہی ہوئی۔ یعنی مناظرہ رشیدیہ میں جو مناظرہ کی تعریف کی گئی ہے اس میں انجبار الصواب مفعول لہ اور علت غائیہ ہے اس کو آپ جیسے قائل غیر معقول کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا جس کا آپ نے اس تحریر میں اقرار کر لیا۔ فللہ الحمد والمنہ اب رہا حال کا ہونا جس کے ثابت کرنے میں آپ بے حال ہو رہے ہیں۔ مناظرہ رشیدیہ کے اندر مناظرہ کی تعریف میں انجبار الصواب کو حال ثابت کرنے کے لئے کتاب مذکور کو جب آپ نے تاریخ مذکور میں مطالبہ کیا تو فقیر نے عزیزی مولانا نعمت اللہ سے کتاب دلوائی تو آپ کتاب لئے بیٹھے رہے۔ کھولنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ جب ہم لوگوں نے بہت اصرار کیا آپ نے بجائے کتاب کھولنے کے اپنے متولی الحاج محمد عمر قریشی کو دیدیا۔ وہ بیچارے بھی کھولتے۔ اور آپ نے یہ کہا ہے کہ میدان مناظرہ میں ثابت کریں گے۔ اور مناظرہ کو ششی کریکٹ ہی کروا دیا وہاں سے وہاں کیمپ کو منتقل کرایا تو وہاں بھی وہی حشر ہوا۔ اب جو آپ نے خط لکھا تو اس میں فقیر کی بات کو تسلیم کر لیا۔ جا ؟؟ جو سر چڑھ کر بولے۔ اب رہا انجبار الصواب کا حال ہونا تو اس کو جناب مناظرہ میں مناظرہ رشیدیہ سے ثابت کرنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ مناظرہ میں مناظرہ رشیدیہ سے تو کیا ثابت کرتے تا زیست مناظرہ رشیدیہ سے نہ ثابت کر سکیں گے۔ اگر آپ ثابت کر دیں تو سو روپیہ انعام فقیر دینے کو تیار ہے اور اگر آپ دو منٹ کا یا بیس یا گھنٹے بھی اگر ثابت کر دیں تو علاوہ انعام کے سو روپیہ سفر خرچ دیا جائے گا۔ آپ انجبار الصواب کے حال ہونے کے مدعی ہیں۔ اور حال نہ ہونے کا ثبوت مجھ سے مانگ رہے ہیں۔ جو آپ کے عاجز ہونے کی دلیل ہونے کے علاوہ بڑے شرم کی بات ہے کہ دعویٰ اہل حدیث ہونے کا اور یہ حدیث یاد نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

البینۃ علی المدعی الحدیث

شرم۔ شرم۔ شرم۔

رہا بحث علم غیب اس کے رسالے تو بہت چھپ چکے ہیں۔ بیٹھ کر دو بدو گفتگو کریں۔ تو انشاء اللہ المولیٰ تم شاد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انجبار الصواب کا حال ہو جائے گا۔

جناب من انجبار الصواب کی بات تو یاد رہی علم غیب پر گفتگو کو چھیڑ دیا۔ لیکن ایک حدیث پڑھ کر اس کا تحقیقی جواب دیجئے پانسو روپیہ انعام دینے کا اعلان چیلنج کو منظور کر کے اس کو نسیا منسیا کر دیا کچھ تو بے حسی کی پردہ داری ہے۔ اگر آپ میں ذرا برابر بھی شرم و حیا ہے اور یہ وہم و گمان ہے کہ آپ لوگوں کو ذرہ برابر صداقت کی چہ الگ گئی ہے تو جناب اس کے لئے وہ شرط بدستور باقی ہے کہ اس حدیث کی تحقیقی جواب اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر گفتگو مناظرہ رشیدیہ سے تعریف مناظرہ میں انجبار الصواب کو حال ثابت کریں تو سو روپیہ علاوہ انعامات کے آپ کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں۔

جناب من فقیر اپنے متوسلین کے ساتھ آپ کو ایک مسجد میں ؟؟ یہ ؟؟ حقائق پر گفتگو کرے گا مقامات میں ایک مرتبہ آ کر بھی ہمت تو کیجئے۔ خدا نخواستہ حقیقت کھل جائے گی۔ فقط

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری

۱۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء

(باقی)

رمضان شریف

(بقیہ ص ۔)

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیہ لیلۃ خیر من الف شہر من حرمہا فقد حرم الخیر کلہا ولا یحرم خیرہا الا محروم یعنی اس ماہ میں ایک رات ہزار مہینے سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور محروم نصیب بدبخت ہی اس رات سے محروم رہتا ہے چونکہ یہ رات رمضان کے آخری دہے میں خصوصاً طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان طاق راتوں میں جاگنے اور اس نعمت کو حاصل کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس رات کی تلاش میں بے تاب اور بے قرار رہتے تھے۔ اذا دخل العشر شد مئزرہ و احیی لیلہ و ایقظ اہلہ یعنی جب عشرہ آتا تو رسول اللہ عبادت الٰہی کے لئے تیار اور آمادہ ہو جاتے۔ ساری رات جاگتے رہتے تھے اور اپنے تمام اہل خانہ کو جگاتے تھے۔ علاوہ ازیں اس رات کو حاصل کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام علائق توڑ دیتے اور ہمہ تن اللہ کی طرف ہو جاتے یعنی مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے۔ صبح و شام ہر وقت اور ہر لمحہ یاد الٰہی میں مشغول اور مصروف رہتے تھے۔ جن مبارک ہستیوں نے اس قدر رات کو پالیا اور طاعت الٰہی میں اور اطاعت رسول میں گذاری اور انہوں نے رمضان کا حق بھی ادا کیا۔ دن میں روزہ رکھتے تھے۔ اور راتوں میں قیام کرتے تھے۔ ان کے لئے عید کا دن مبارک ہے کہ اس دن ان کے تمام گناہ بالکل معاف ہو گئے اور ایسے پاک صاف ہو گئے کہ وہ ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ اور انہیں اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے اللہ کی مغفرت اور رضوان سے مالا مال کیا جائے گا۔

اللہم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین

نکات حدیث

صحیح بخاری کی کتاب الجمعہ میں مشہور حدیث ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الامام راع ومسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اهلہ وهو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجها ومسئولۃ عن رعیتها والخادم راع فی مال سیدہ ومسئول عن رعیتہ یعنے تم میں سے ہر شخص راعی اور نگہبان ہے۔ اور تم ہی سے ہر شخص اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ امام یعنے بادشاہ نگہبان ہے۔ اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے انکی رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے۔ اور اس سے اس کی رعیت کی پرسش ہوگی۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں۔ میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا والرجل راع فی مال ابیہ وهو مسئول عن رعیتہ یعنے ہر آدمی اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ الغرض تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ اس حدیث میں ایسے اصول کی تعلیم دی گئی ہے جس پر تمام مہذب زندگی کا انحصار ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے بھائی یعنے ہر مسلمان کا نگہبان ہے۔ اور ایک حد تک اس کی اچھائی برائی کا ذمہ دار ہے۔ قرآن کریم کا اصول کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ مغرب کے کسی دور دراز ملک میں کسی مسلمان قوم کو تکلیف پہونچے تو مشرق کے مسلمان اسکے درد میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ تمام مسلمانوں کا ایک ہی [illegible] ہے۔ لیکن مذکورہ بالا حدیث میں ہر ایک فرد واحد کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اور ہم میں ہر ایک [illegible] قرار دیا گیا ہے کہ ہر فرد [illegible] کی حیثیت سے ایک دوسرے کی اچھائی برائی کا خیال رکھیں۔ مضمون کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ ہم تمدنی زندگی کے بعض پہلوؤں پر نگاہ ڈالیں۔ مثلاً شہروں کو لو۔ ایک شہر ہزارہا مخلوق کی بستی ہے۔ شہر کی صفائی روشنی وغیرہ کے لئے ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن فرداً فرداً ہم اس مقصد کو پورا نہیں کرسکتے۔ لہذا ہم نے اپنے ہی میں سے چند معززین کو انتخاب کرکے ایک کمیٹی بنادی ہے جو ہم سے ضروری اخراجات کے لئے روپیہ جمع کرتی ہے۔ صفائی، پانی، روشنی اور سڑکوں کا انتظام کرتی ہے لیکن کمیٹی کے ارکان منتخب کردینے سے افراد اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوجاتے بلکہ ان کا اولین فرض ہے رعیت کے لئے صرف ان لوگوں کو منتخب کریں جو اسکے اہل ہوں۔ اور جن کی لیاقت، دیانت اور امانت پر انہیں پورا پورا اعتماد ہو۔ اگر ہم مفاد عامہ کو مدنظر رکھنے کی بجائے ذاتی تعلقات، دوستی یا رشتہ داری یا کسی ذاتی منفعت کو پیش نظر رکھ کر ووٹ یعنے رائے دینگے تو ہمارا یہ عمل بددیانتی، خیانت اور قوم کے خلاف غداری پر مبنی ہوگا۔ یعنے حدیث مذکور کے مطابق ہم کو ایک کام کا راعی بنایا گیا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی رعیت پر ظلم کیا۔ اس کے حق بلکہ حلق پر چھری چلادی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور ہم اس ظلم وخیانت کے لئے جوابدہ ہونگے۔ یاد رکھو جو شخص مذہبی، تعلیماتی یا ملکی اداروں کے انتخاب کے وقت مفاد عامہ کو ذاتی تعلقات یا ذاتی منفعت پر قربان کردیتا ہے۔ اور اچھوں کو چھوڑ کر نااہلوں اور بے ایمانوں کے حق میں رائے دیتا ہے ... وہ بے ایمانی اور شرارت پیشہ لوگوں کا براہ راست ذمہ دار ہوتا ہے اور یقیناً ملک، قوم اور خدا کا مجرم ہے۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی مذہبی یا تعلیمی ادارہ کو چندہ دیتے ہیں یا ٹیکس ادا کرکے اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوجاتے بلکہ ہم پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ روپیہ کسی ناجائز کام پر تو خرچ نہیں ہورہا ہے اور اسی مقصد پر خرچ ہورہا ہے جس کے لئے دیا گیا ہے۔ کیا اس سے کوئی ایسی اشرار کی جماعت تو نہیں پل رہی ہے جو دنیا میں شرارت اور شیطنت پھیلائے۔ اگر ہم یہ فرض ادا نہیں کرتے اور ہمارا دیا ہوا روپیہ شر وفساد پھیلانے پر خرچ ہوتا ہے اور ہم اس کا سدباب نہیں کرتے تو ہم اس شر وفساد کی اشاعت کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔ گویا ہم خود اشرار کی ایک جماعت پیدا کررہے ہیں۔ اور فتنہ فساد پھیلانے کے لئے ان کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں۔ یہ اصول قومی، ملکی اور مذہبی اداروں پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ اصول تو بہت سیدھا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی نظر اس کی طرف نہیں گئی گذشتہ بیس سال میں بیسیوں تحریکیں ہندوستان میں پیدا ہوئیں مسلمانوں نے اللہ اور رسول کے نام پر ڈھیروں ڈھیر روپیہ چندہ میں دیا۔ افسوس کوئی ایک تحریک بھی پروان نہیں چڑھی۔ لاکھوں روپیہ جمع ہوا اور خرچ ہوگیا۔ لیکن قوم کا کوئی ایک کام بھی سنور نہ سکا۔ ہاں اگر کوئی نتیجہ نکلا تو یہ نکلا کہ قوم لیڈروں سے بدظن ہوگئی۔ اگر آج کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی متدین اور مخلص کیوں نہ ہو کسی قومی ضرورت کے لئے قوم کے آگے ہاتھ پھیلائے تو خالی ہاتھ واپس آتا ہے۔ اس لئے کہ قوم بارہا کے تجربے دیکھ چکی ہے کہ لیڈروں کے ہاتھ پہنچنے کے بعد کا روپیہ [illegible] ہوجاتا ہے۔ اور قوم کو [illegible] نہیں پہنچتا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم [illegible] کریں کہ جو روپیہ ایک [illegible] کے لئے دیا جاتا ہے اس کے [illegible] ہماری ہی تحریک سے جمع ہوا ہے وہ روپیہ کہیں ضائع تو نہیں ہوتا۔ اسی طرح میونسپلٹی جو شہر کی کمیٹی کو دیتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ شہر کی ضروری ضروریات پر صرف ہو اگر کمیٹی اس میں خیانت کرتی نظر آئے یا ہمارے انتخاب کئے ہوئے ارکان اس کو ناجائز صرف کرتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اس مرض کا علاج کریں۔ اور اگلے انتخاب میں زیادہ بہتر ارکان منتخب کریں۔

ہماری اجتماعی زندگی کچھ اس طرح پیچیدہ واقع ہوئی ہے کہ ہم ٹیکس یا چندہ دے کر اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوسکتے بلکہ ہم کو ہی انفرادی طور پر صفائی رکھنے میں کمیٹی کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ مثلاً شہر کے گلی کوچوں کو صاف رکھنا تو کمیٹی کا فرض ہے لیکن گھروں کو صاف رکھنا خود گھر والوں کا فرض ہے۔ اس لئے کہ اس سے گھر والوں کی صحت وتندرستی وابستہ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ ہمارے گھر کی صفائی ہمارے پڑوسی کا ہم پر حق ہے ہم یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنی لاپروائی یا خود غرضی سے گرد ونواح میں بیماریاں پھیلاتے پھریں۔ اگر ہمارے گھر میں خدانخواستہ کوئی متعدی بیماری پھوٹ پڑے تو ہمارا فرض ہے کہ ہر ممکن کوشش سے وہ بیماری آگے پھیلنے نہ دیں۔ اس لئے کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ متعدی بیماریوں میں بہت ہی احتیاط برتنی پڑتی ہیں۔ لوگ ان احتیاطوں کو برا مانتے اور اپنی ہتک اور توہین سمجھتے ہیں۔ انکی حماقت اور خود پرستی سے چاروں طرف بیماریاں پھیلتی پھرتی ہیں یہ بہت بڑے جرم ہیں۔ ان کا ارتکاب کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔

ایک اور بیماری بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں میں ہے جو قبائلی بیماریوں کی طرح اخلاقیات سے پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی زندگی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک جماعت کا ہر فرد دوسرے افراد کی بھلائی اور برائی کا ذمہ دار ہے۔ اگر جماعت کا ایک فرد دوسرے پر ظلم کرے تو باقیوں کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ دونوں ظالم ومظلوم کا آپس کا معاملہ ہے۔ ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ بیماری عام ہے ایک شخص پر ظلم ہورہا ہے۔ سب دیکھتے ہیں کہ ظلم ہورہا ہے لیکن مظلوم کی دستگیری کوئی نہیں کرتا۔ حدیث کا منشا یہ ہے کہ دیکھو [illegible]

(باقی ۱۲)

دیوبند کی تعلیم

حق تعالیٰ کا ذکر

بقیہ صفحہ اول

بیٹھ استغفار پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق بہت سے طریقے بتائے گئے ہیں۔ کم از کم ہر روز صبح میں ایک سو بار استغفار، ایک سو بار سوم کلمہ اور سو بار درود شریف اور ایک سو بار کلمہ۔ اور اسی طرح سو سو بار شام میں بھی پڑھا کریں۔

(۱) اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی میں رہ جاتے ہیں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر رہ گیا ہو۔ جب یہ خیال گہرے طور سے دل میں اتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کریگا اس میں خدا کا نام ضرور آنے لگے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کر کے کھائے گا۔ فارغ ہوگا تو الحمد للہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ، الحمد للہ، انشاء اللہ، ماشاء اللہ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملہ میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلب گار ہوگا۔ ہر مشکل میں اس کی طرف رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اس سے معافی چاہیگا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اسی سے دعا مانگے گا۔ غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لئے بہرحال کوئی وقت ہوتا ہے۔ جب وہ ادا کی جاتی ہے اور انہیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے۔ خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اوقات ہی میں نہیں بلکہ ہر وقت خدا کی طرف

ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی آسانی اور سہولت کا خیال رہتا تھا۔ اسی لئے عبادتوں میں تخفیف فرماتے رہے۔ ہر روز پچاس نمازوں کی بجائے آپ نے اپنے رب سے عاجزی اور التجا کر کے پانچ نماز فرض کرائیں۔ پھر ان ہی ائمہ کو تاکید کی کہ تمہارے پیچھے بڑے بوڑھے اور کمزور رہتے ہیں۔ کوئی حاجتمند یا بیمار ہو تب خبردار نماز کو طویل نہیں کرنا۔ بلکہ چھوٹی اور مختصر سورتوں پر نماز کو ختم کر دینا۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل نے عشاء میں سورہ بقرہ شروع کی۔ آپ نے حضرت معاذ کو فتان فرمایا۔ یعنی فتنہ ساز اور فتنہ باز غرض جو لوگ اجتماعی عبادتوں میں طول دیتے ہیں حاضرین کی ضرورتوں اور حاجتوں کا احساس نہیں رکھتے نعامت ہو کے فتنہ باز لوگ ہیں جو امت کو عبادتوں سے متنفر دلاتے اور بیزاری پیدا کرتے ہیں۔ یہی اصول آپ نے خطبہ خوانی میں بھی جاری فرمایا۔ آپ بہت بڑے اور زبردست خطیب تھے۔ ہمیشہ بہت مختصر لیکن جامع خطبہ فرماتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا خطیب کی زیرکی اور دانشمندی یہ ہے کہ خطبہ چھوٹا کرے جو خواہ مخواہ طولانی خطبہ دیتے ہیں وہ آپ کی نظر میں احمق اور بے وقوف ہیں وہ حاضرین کی حاجتوں اور ضرورتوں سے جاہل ہیں۔

شریعت نے ہمارے لئے جمعہ کے دن دو خطبہ مقرر کی ہے جو جامع اور مختصر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم ہندوستانیوں پر یہ دو خطبہ ناقابل برداشت ہو گئے تھے۔ کتنے لوگ جمعہ اور بیر کرتے آتے تاکہ اللہ کو زیادہ

وہ وہیں بیچ میں بیٹھا دیں۔ کتنے لوگ خطبہ ختم ہونے کے بعد آتے اور صرف نماز پڑھ کر واپس ہو جاتے تھے اور کتنے بچے مسجد میں آ جاتے ہیں اور آتی دور بیٹھتے ہیں کہ خطیب کی آواز ان تک نہیں پہنچتی وہ اپنا کوئی خاص شغل میں مشغول رہتے مثلاً امام ابو یوسف رح امام سے بہت دور بیٹھتے اور اپنی تحریرات کی اصلاح کرتے رہتے تھے۔ افسوس ان دیوبندیوں نے دو خطبہ کی بجائے تین خطبے کر دیئے اور دین میں ایک نیا فتنہ قائم کیا اور لوگوں میں مزید انتشار پیدا ہو گیا۔

اگر ان لوگوں کو منبر پر دو خطبے دینا ضروری تھا تو عربی دو خطبہ پر اکتفا کرتے تاکہ لوگوں کو آرام و راحت ہو۔ آسانی اور سہولت ہو۔ عبادات الٰہیہ سے بیزاری اور پریشانی نہ ہو اور اردو کا وعظ کسی اور دن مقرر کر لیتے یا جمعہ کے دن نماز میں وعظ و نصیحت رواج دیتے۔

یا خطبہ کا مقصد ہی وعظ و نصیحت ہے تو وہ اردو وعظ سے پورا ہو گیا اب عربی دو خطبہ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ عربی دو خطبے محض لغو اور تضیع اوقات ہو جائے گی۔ جس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور مومن کی شان ہے کہ لغو حرکت سے بچیں۔ اور اپنے اوقات کی قدر کریں۔ والذین ھم عن اللغو معرضون۔

اگر دو خطبہ سنت ہیں ان کا ادا ضروری ہے تو اردو کا بیان بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا برا اثر سنت نبوی پر پڑتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خطبہ کے وقت حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر خطبہ سنتے رہیں اور کوئی حرکت نہ کریں ورنہ جمعہ کا ثواب باطل ہوگا۔ لیکن حاضرین اردو بیان سنتے سنتے تھک جاتے ہیں جب ان عربی خطبہ سننے کا وقت ہوتا ہے تو اونگھنے لگتے ہیں یا دوسرے مشاغل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اور بدعت

تمیز کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

(باقی آئندہ)

مال اللہ بہ لغیر اللہ

(بقیہ صفحہ ۶)

مشرک ہیں۔ العیاذ باللہ۔

مسلمانو! سوچو جس کو قرآن مجید مشرک قرار دے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجے پھر ان لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں کہاں ٹھکانا ہے؟ ہائے افسوس مسلمانوں کی غفلت اور نادانی۔ بے پروائی اور توہم پرستی پر وہ احکام شرعیہ کو پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ فرائض الٰہیہ کی پابندی چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی نجات اور کامیابی کے لئے ان امور کو اختیار کرتے ہیں۔ اسی پر لاکھوں روپیہ ہر سال بھینٹ چڑھاتے ہیں جو باعث ہلاکت اور موجب قہر الٰہی ہیں۔ اللہ ہماری حالت زار پر رحم کرے اور غفلت کی تاریکیوں سے نجات بخشے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم وادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین ثم آمین۔

اسلام اور اشتراکیت

(بقیہ صفحہ ۵)

طبقات کی بنیاد قائم کر لی تھی۔ اسلام نے اکرام سب کو دیا۔ اور مساوات کی تعلیم دی۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ حضرت بلال رض ایک حبشی غلام تھے مگر علی رض جو قریشی تھے ان کے دوست تھے۔ اسی طرح سلمان جو فارس سے آئے تھے مگر عمر بن خطاب کے بھائی بن گئے۔

اچھی باتیں

تلک امۃ۔۔۔ تا۔۔۔ یعملون

(پ ۱ ع ۱۶)

یہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔ جو کچھ اس نے کیا وہ اس کے لئے تھا۔ جو کچھ تم کماؤ گے وہ تمہارے لئے ہوگا۔ اور گزرے ہوئے لوگوں کی ذمہ داری تم پر عائد نہ ہوگی۔

جماعت اسلامی ایک گروہ ... نسل اور قوم پرستی کی مخالف ہے ... (باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

راغب اور اس کی زبان دائما اس کے ذکر سے تر رہیگی۔ یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادات اور دینی کام اسی طرح پروان چڑھتے اور نشو و نما پاتے رہیں گے۔

ہم دست بدعا ہوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسلامی عدالت

اسلامی تہذیب کا مزاج اسود احمر کی لونی اور چند بولیوں سے قطعی نا آشنا ہے۔ اس تہذیب کی تاریخ میں کوئی ایسا باب نہیں ملتا جس سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہو کہ مسلم آبادیوں میں سیاہ فام نسل کی مخصوص بستیاں تھیں جن میں سفید فام داخل ہونا یا سکونت پذیر ہونا اپنی ناک کٹ جانے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ یہاں کوئی ایسا واقعہ پیش ہوتا ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ کالوں کو گوروں نے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے رنگ روپ کو اپنے فیصلہ، تعصب اور سیاسی آتش دکھانے کا جتانے رکھتے تھے۔ اس کے بالمقابل تاریخ اسلام کا ایک ایک لفظ گواہی دیتا ہے کہ جس تہذیب کی یہ تاریخ ہے وہ آفاقی اور انسانی تہذیب ہے۔ اپنے اپنے نسل، رنگ اور قوم و وطن کی عینک سے دیکھنے کے بجائے انہیں حق اور خیر کی میزان سے تولتی ہے اور انہیں یکے بعد دیگرے کی اولاد تصور کرتی ہے۔ سیاہی اور سپیدی اس کی نگاہوں میں اگر کوئی وزن رکھتی ہے تو انسان کی جلد کی سیاہی و سپیدی نہیں بلکہ اعمال کی سیاہی و سپیدی ہے۔

اب اسلامی تہذیب کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

پہلی صدی ہجری کا یعنی ۱۳۰۰ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ مصر کی ایک فرتونہ نامی حبشی لونڈی کی طرف سے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کے پاس فریاد آئی کہ اس کے گھر کی چہار دیواری پست ہے جس کی وجہ سے اس کی مرغیاں چوری ہو جاتی ہیں۔ امیر المومنین نے فرمان لکھا کر اپنے مصر کے گورنر کو حکم دے دیا ہے کہ تمہاری دیوار کو درست کرا دے۔ اور تمہارے مکان کو مزید محفوظ کر دے۔

ادھر مصر کے گورنر ایوب بن شرحبیل کے نام یہ فرمان لکھا کہ فرتونہ کی چار دیواری چھوٹی ہے جس کی وجہ اس کی مرغیاں چوری ہو جاتی ہیں۔ فرتونہ نے دیوار کو محفوظ اور اونچا کرنے کی درخواست کی ہے۔ میرا یہ فرمان وصول کرتے ہی تو بذات خود فرتونہ کے مکان پر جا اور تمام کارروائی سر انجام دے۔

ایوب بن شرحبیل کو جب امیر المومنین کا خط ملا تو وہ فوراً مقام جیزہ کی طرف روانہ ہوئے اور فرتونہ نامی لونڈی کا مکان تلاش کرنے لگے۔ چنانچہ کچھ بسیار کے بعد جب انہیں مکان ملا تو دیکھا کہ ایک سیاہ رو اندر بے حالی کی بیٹھی ہوئی ہے۔ انہوں نے فرتونہ کو تمام صورت سے آگاہ کیا اور اپنی موجودگی میں اس کی دیوار کو جوایا۔ یہ ہیں اسلامی تہذیب کے خدوخال۔

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر عبدالعزیز رحمانی نے دائرہ الکٹرک پریس میں چھپوا کر گنی گلی کرنول سے شائع کیا۔

خوش خبری

بتاریخ ۱۵ شعبان المعظم روز شنبہ
برخوردارم میاں عزیز اللہ سلمہٗ ربہٗ بی اے کی
رسم منگنی دختر نیک اختر مکرمی جناب الحاج سید زین العابدین
صاحب سلمہٗ ربہٗ تاجر آہن بلاری انجام پائی ہے۔
الحمد للہ اللہ مبارک کرے۔ آمین

نکات حدیث

(بقیہ صفحہ ۱)

ایک شخص پر ظلم ہو۔ اس کو بلا وجہ پیٹا جا رہا ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں ایک فرد بھی نہیں جو مظلوم کی داد رسی کرا سکے۔ اور اس کو ظالموں کے پنجے سے چھڑا سکے کتنی عبرت کا مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کلکم راع۔ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔ اور ہم اس رسول کی امت ہو کر کہیں یہ معاملہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ جانے اور اس کا خدا [illegible]۔ مجھے یہ شکایت عوام کالانعام سے نہیں بلکہ یہ شکایت لیڈروں سے ہے۔ اہل فہم سے ہے۔ علمائے دین سے جو بڑے بڑے منبر ہا بزرگوں سے ہے جو مذہب کی بہت ہی مختیں ہیں۔ اور لمبی لمبی بحثیں کرتے ہیں۔ مجھے شکایت ان سے ہے جن کے ہاتھ نماز پڑھ پڑھ کے گھس گئے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے کل مومن اخوۃ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ اور مسلمان جو اپنے آپ کو قرآن کے ماننے والے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو بتاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہر تو جب اپنے ہی کو جینا جانتے۔ ہمارا معاملہ ہمارے ساتھ اور دوسرے کا معاملہ دوسرے کے ساتھ۔

یاد رکھو تمہاری ذاتی پاکیزگی تمہاری نمازوں سے وابستہ ہو سکتی ہے۔ لیکن تمہاری اجتماعی زندگی تو کلکم راع کے ماتحت ہے۔ اگر [illegible] نمازیں پڑھو اور کروڑ بار روزے رکھو تمہاری قوم کو کوئی خیر نہ پہنچے گی جب تک کہ قومی زندگی کی بنیاد اسی اصول پر ہے۔ کلکم راع۔ تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی بھلائی [illegible] اس کے اعمال کا جواب ہے۔

(منقول)

نمبر خریداری (   )

FROM
AZIZ MONTHLY KURNOOL (A.P.)